سلسلہ اشاعت امامیہ مشن پاکستان رجسٹرڈ لاہور ۷۶

زکوٰۃ

File No 6
19

READING ROOM & LIBRARY,
393, PAPAD BAI BUILDING
OPP: M. W. TOWER,
KARACHI-2. (PAKISTAN)
HABIB ELECTRIC TRADING CO.

علوم
کراچی
4755

از قلم:

سرکار سید العلماء علامہ سید علی نقی النقوی صاحب قبلہ

مجتہد العصر مدظلہ العالی

قیمت ۲ آنے

امامیہ مشن پاکستان

کے سلسلہ اشاعت کا نمبر ۶۷ آپ کے زیر نظر ہے یہ کتابچہ اس سے پہلے امامیہ مشن لکھنؤ کے سلسلہ اشاعت کے نمبر ۱۸۲ کے تحت شائع ہو کر بحد مقبول ہوچکا ہے۔

اس کے پہلے امامیہ مشن سے عملی ارکانِ دین کے سلسلہ میں نماز، روزہ اور حج پر تین رسائل شائع ہو چکے ہیں۔ یہ چوتھا رسالہ زکوٰۃ پر شائع ہو رہا ہے اس کی اہمیت اس لحاظ سے بہت زیادہ ہے کہ موجودہ دور میں معاشیات کا مسئلہ بہت اہم ہے۔ اس رسالہ میں سرکار سید العلماء مدظلہ العالی نے اپنی مخصوص طرز نگارش کے ساتھ زکوٰۃ کے معنی، احکام زکوٰۃ اور دیگر ضروری امور ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ اسلامی احکام زکوٰۃ کی روشنی میں معاشی مسئلہ کا نہایت خوبصورتی کے ساتھ حل پیش فرمایا ہے۔ جس کی زیادہ سے زیادہ اشاعت وقت کی اہم ضرورت کو پورا کرنا ہے۔

افرادِ ملت کی خدمت میں استدعا ہے کہ اس رسالہ کو کثیر تعداد میں خرید کر زیادہ سے زیادہ ناواقف افراد تک پہنچانے کی کوشش فرمائیں۔ مفت تقسیم کے لیے مشن کی طرف سے خصوصی رعایت دی جاتی ہے۔ امید ہے کہ افراد قوم ہماری اس گذارش کو ضرور قبول فرمائیں گے۔

والسلام

جنرل سیکریٹری امامیہ مشن پاکستان

اردو بازار لاہور

مارچ ۱۹۵۹ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ علی سید الانبیاء والمرسلین وآلہ الطیبین الطاہرین

ارکانِ اسلام میں زکوٰۃ وہ اہم رکن ہے جس کا قرآنِ کریم میں اکثر جگہ صلوٰۃ کے ساتھ ساتھ تذکرہ کیا گیا ہے۔ صلوٰۃ ان عبادات کا سرنامہ ہے جو اعضاء و جوارح سے متعلق ہیں اور زکوٰۃ ان عبادات کا جو اموال سے متعلق ہیں۔

زکوٰۃ کے معنی

لغت میں اس لفظ کے دو معنی ہیں (۱) پاکیزگی (۲) زیادتی۔ شریعتِ اسلام میں زکوٰۃ ایک خاص مقدار مال ہے جس کا کچھ مخصوص شرائط کی صورت میں مالک کو اپنے اموال میں سے نکال کر مستحقین تک پہنچانا ضروری ہوتا ہے اس کے نکالنے سے وہ مال پاک و صاف ہو جاتا ہے اور خدا اس کے سبب سے اور زیادتی عطا فرماتا ہے۔

شخصی ملکیت

قانونِ اسلام میں زکوٰۃ کا وجود اسکی دلیل ہے کہ اسلام شخصی ملکیت کے حق کو تسلیم کرتا ہے اور نیز یہ کہ اسکے یہاں ورع و تقویٰ کا معیار یہ نہیں ہے کہ کوئی شخص روپیہ کو ہاتھ

ہی نہ لگائے اور اموال حاصل ہی نہ کرے بلکہ تقویٰ کا معیار یہ ہے کہ وہ ان فرائض کو ادا کرے
رہے جو اموال فراہم ہونے کی صورت میں اس پر عائد ہوتے ہیں۔
ان فرائض میں بڑا اہم فرض زکوٰۃ کا ہے۔

وہ اشیاء جن میں زکوٰۃ واجب ہے:۔

زکوٰۃ تین قسم کی چیزوں میں ہوتی ہے:۔
ایک نقدی، دوسرے مویشی، تیسرے غلہ
ان میں سے ہر ایک میں زکوٰۃ کے شرائط الگ الگ ہیں۔

نقدی نقد روپیہ میں اس وقت زکوٰۃ ہوتی ہے جب وہ سونے اور چاندی کے سکوں کی صورت میں ہو اور ایک سال تک یعنی گیارہ مہینے پورے ہو کر بارھویں مہینے کے شروع تک وہ بلا تغیر و تبدل رکھا رہے۔
سونے کی اشرفیوں کا نصاب یعنی وہ مقدار جس سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے وزن کے اعتبار سے پانچ سے ساڑھے سات ماشے ہے تولہ بارہ ماشے کا اور ماشہ ۸ رتی کا، جب اتنی مقدار میں اشرفیاں ہوں اور سال بھر رکھیں تو ان میں چالیسواں حصہ واجب الادا ہوگا پھر اگر اتنی اشرفیوں سے ایک تولہ ڈیڑھ ماشہ زائد ہوگا تو اس کا بھی چالیسواں حصہ ہوگا۔ اسی حساب سے جس قدر اشرفیاں زائد ہوں، سب کا حساب کر کے کل کا چالیسواں حصہ واجب الادا ہوگا۔ البتہ اگر آخری حصہ ایک تولہ ڈیڑھ ماشہ سے

بچے تو اس پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔

چاندی کے سکے میں تعداد نصاب یعنی کم سے کم مقدار جس میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے وزن میں اکتالیس روپے ایک ماشہ کے برابر ہے روپیہ ساڑھے گیارہ ماشے کے حساب سے لگایا گیا ہے۔

اس میں چالیسواں حصہ واجب الادا ہوگا۔ پھر جب ان روپوں پر آٹھ روپے بھر اور ڈھائی ماشے کا اضافہ ہو تو اس میں بھی چالیسواں حصہ واجب ہوگا۔ اس کے بعد جتنے روپے زائد ہوں ان کو اسی حساب سے لگایا جائے گا۔ ہاں آخر میں آٹھ روپے بھر اور ڈھائی ماشے سے کم جو روپے فاضل ہوں ان میں زکواۃ واجب نہ ہوگی۔

مویشی تین قسم کے جانوروں میں زکوٰۃ واجب ہے:۔

۱۔ اونٹ

۲۔ گائے، بیل

۳۔ بھیڑ، بکریاں۔

ان تینوں میں یہ شرط ہے کہ اس شخص کی ملکیت میں ان پر ایک سال گزر جائے۔ اور تمام سال گھر میں رکھ کر ان کو نہ کھلایا گیا ہو بلکہ چرائی پر چرے ہوں۔ اور بار برداری یا ایسے کسی دوسرے کام میں صرف نہ ہوتے ہوں۔

اونٹوں میں کم از کم نصاب پانچ کا ہے، پانچ اونٹوں سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے، جب پانچ اونٹ ہوں تو ایک بکری دینا ہوگی۔ دس ہوں تو دو بکریاں

بیس میں چار بکریاں - پچیس ہونے کی ...

بکریاں - پندرہ میں تین بکریاں - بیس میں

پانچ بکریاں - اگر چھبیس اونٹ ہوں تو پھر ایک ایسی اونٹنی دینا لازم ہوگی

جس کی عمر ایک سال سے زیادہ اور دو سال سے کم ہو - اگر چھتیس ہوں تو

ایک ایسی اونٹنی دینا واجب ہوگی جس کی عمر دو سال سے زیادہ اور تین

سال سے کم ہو - چھیالیس میں ایسی جس کی عمر تین سال سے زیادہ اور چار

سال سے کم - اکسٹھ میں ایسی اونٹنی جو چار اور پانچ کے درمیان - چھہتر

میں دو اور تین سال کے درمیان کی دو اونٹنیاں - اکانوے میں تین اور

چار کے درمیان کی دو - ایکسو اکیس یا اس سے زیادہ کی تعداد ہو تو پھر ہر

پچاس کے حساب سے ایک ایک تین اور چار سال کے درمیان والی

اونٹنی یا ہر چالیس کے حساب سے ایک ایک دو اور تین سال کے درمیان

والی - یہ تعداد کی نوعیت کے لحاظ سے ہے - اگر گنتی پچاس سے پوری

ہوتی ہو - تو اس کا حساب ہوگا - اور اگر چالیس سے حساب پورا اترتا ہو تو اس

کا اعتبار ہوگا - اور اگر دونوں حساب ٹھیک بیٹھتے ہوں - یا

بہر صورت کچھ فاضل بچ جاتا ہو، پورا کسی حساب سے تقسیم نہ ہو

ہو تو اختیار ہوگا، چاہے پچاس سے حساب لگائے یا چالیس سے

اور جو فاضل مقدار ہوگی وہ معاف ہوگی۔

گائے بیل میں دو نصاب ہیں - پہلے تیس اس میں ایک گائے یا بیل

ایسا دینا ہوگا - جس کی عمر ایک سال سے زیادہ اور دو سال سے کم ہو

دوسرے چالیس - اس میں ایک ایسی گائے دینا ہوگی، جو دو ...

تین کے درمیان ہو۔ اس سے زیادہ اگر ہو تو پھر اسی تیس اور چالیس سے حساب ہوگا۔ یعنی جہاں تیس سے پورا ہو۔ وہاں تیس سے اور جہاں چالیس سے پورا ہو وہاں چالیس سے اور جہاں دونوں یکساں ہوں وہاں اختیار ہے

بھیڑ بکری میں اگر چالیس ہوں تو ایک بکری اور ایکسو اکیس ہوں تو دو بکریاں اور دوسو ایک میں تین اور تین سو ایک میں چار۔ چار سو یا اس سے زیادہ میں فیصدی ایک بکری۔ اور سو سے کم جو فاضل بچے وہ معاف۔

غلہ :۔ کھانے کی چیزوں میں چار قسم کی چیزوں میں زکوٰۃ ہے

(۱) گیہوں

(۲) جَو

(۳) خرما

(۴) منقیٰ

زکوٰۃ کا تعلق ان چیزوں سے اس وقت ہوتا ہے جب زمین سے پیدا ہونے کے بعد مذکورہ چیزوں کا نام صادق آنے لگے یعنی اسے گیہوں، جَو یا خرما کہنے لگیں، اور منقیٰ میں انگور کا نام صادق آنے لگے۔

زکوٰۃ کے وجوب میں یہ شرط ہے کہ اس وقت جب زکوٰۃ کا تعلق ہوتا ہے وہ اس کی ملک میں ہوں خواہ اس نے ان کو بویا ہو، یا وہ کھیتی خریداری وغیرہ کی صورت سے اس کی جانب منتقل ہوئی ہو لیکن اگر

تعلق زکوٰۃ کے بعد اسکی طرف انتقال ہوا ہو تو اس پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔

نصاب زکوٰۃ کا ان میں تین سو صاع شرعی یعنی قدیم لکھنؤ کے سیرے جو چھیانوے روپے کا گیارہ ماشے کے روپے سے ہوتا تھا تخمیناً اٹھارہ من تیس سیر ہوئے۔ اس سے کم اگر ہو تو اس میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے لیکن اگر اس نصاب سے زیادہ ہو تو اس زیادتی میں بھی وہ جیا ہے جتنی ہو زکوٰۃ دینا ہوگی۔

اگر کھیتی ایسی ہو جو آب باراں سے سیراب ہوتی ہے یا نہر و دریا کے کنارے ہونے کی وجہ سے خود اس کی رگیں رطوبت کو جذب کر کے سیراب ہوتی ہیں اور سینچنے کی ضرورت نہیں ہے یا نہر اور دریا سے نالیوں کے ذریعہ سے پانی اس تک پہنچا دیا جاتا ہے، مگر نہر و دریا سے پانی نکال کر ان نالیوں تک پہنچانے کے لیے کسی آلہ اور مشین کی ضرورت نہیں ہے۔ تو ان صورتوں میں دسواں حصہ دینا لازم ہوگا اور اگر وہ زراعت ایسی ہو کہ ڈولوں سے، مشکوں سے یا کسی اور آلہ سے سیراب کی جاتی ہے تو اس صورت میں بیسواں حصہ دینا ہوگا۔ اور اگر وہ زراعت دونوں صورتوں سے سیراب ہوتی ہے تو یہ دیکھا جائے گا کہ زیادہ تر ان میں کس طریقہ سے سینچائی ہوتی ہے۔ جو زیادہ ہوتا ہو اس کا لحاظ ہوگا۔ اور اگر دونوں صورتیں برابر ہوں تو نصف زکوٰۃ دسویں حصہ کے اعتبار سے اور نصف بیسویں کے اعتبار سے دینا ہوگی۔ اور یہ دسواں یا بیسواں حصہ مخارج منہا کرنے کے

بعد نکالا جائے گا۔

تعلق زکوٰۃ کے قبل اگر وہ زراعت تلف ہو جائے یا اس شخص کی ملک سے خارج ہو جائے تو زکوٰۃ کا حکم اس پر نہ ہوگا۔

مستحقین

جن مدوں میں زکوٰۃ کو صرف کیا جانا چاہیئے وہ حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ فقراء و مساکین۔ یعنی ایسے لوگ جن کے پاس اپنے اور اپنے متعلقین کے لیے ایک سال کے کھانے کا سہارا نہیں ہے۔ خواہ نقد روپے کی صورت میں اور خواہ ایسا کوئی پیشہ جو سال بھر تک انکی بسر اوقات کے لیے کافی ہے۔ اس ذیل میں ایسے اشخاص جو دست سوال دراز نہیں کرتے۔ مگر اس معیار پر پورے اترتے ہیں زیادہ قابل ترجیح ہیں۔

۲۔ ایسے مقروض جو قرضہ ادا نہ کر سکتے ہوں، اس صنف کو فقراء و مساکین سے الگ قرار دیے جانے ہی سے ظاہر ہے کہ اس مد میں فقیری و مسکینی کا اعتبار نہیں ہے۔ یعنی ہو سکتا ہے کہ ایک شخص اپنے اور اپنے متعلقین کی کفالت سے تو سال بھر کے لیے مطمئن ہے، مگر اس کے علاوہ اتنا اس کے پاس نہیں ہے کہ قرضہ ادا کر سکے تو ایسے شخص کو قرض کے بار سے سبکدوش کرنے کے لیے زکوٰۃ سے دیا جا سکتا ہے مگر یہ شرط ضروری ہے کہ وہ قرضہ کا امر نامشروع کے سلسلہ میں نہ ہو افضول تقریبات اور شادی وغیرہ کا

دھوم دھڑکا بھی جو اپنی حیثیت سے زیادہ ہو اس کے تحت میں داخل ہے
ایسیوں کو دے کر اس مشغلہ کی ہمت افزائی درست نہیں ہے۔
ہاں اگر معلوم ہو کہ یہ واقعی نادم ہیں اور آئندہ ایسا نہ کریں گے تو
اس صورت میں ان کی امداد صحیح ہو گی۔

۳۔ ایسے مسافر جو پردیس میں ضرورت مند ہوں، چاہے اپنے وطن میں
وہ صاحب حیثیت کیوں نہ ہوں۔ اس میں بھی یہ شرط ہے کہ سفر نامشروع نہ ہو۔

۴۔ مؤلفۃ القلوب یعنی ایسے اشخاص جنہیں دے کر دین و مذہب کے
لیے کچھ مفید خدمات حاصل کیے جا سکیں۔

۵۔ ہر ایسے امر میں جو رضائے پروردگار کا باعث ہو، رفاہِ عام کے تمام
کام اس کے تحت میں داخل ہیں خواہ وہ عام نفع کا کام ہو
جیسے مسجد، مدرسہ وغیرہ، یا خاص ہو جیسے کسی حاجی یا زائر کی جو خود حج
و زیارت پر قادر نہ ہو، اس مقصد میں اعانت کرنا یا کسی طالب علم
کی پرورش۔

۶۔ زکوٰۃ کے کارندے یعنی وہ نظام حکومت شرعی جو زکوٰۃ کے حاصل کرنے
کے لیے قائم کیا جائے، اس میں جن لوگوں سے باتنخواہ کام لیا ہو ان کی
تنخواہ بھی اسی فنڈ سے دی جائے گی۔

مستحقینِ زکوٰۃ میں صاحبِ ایمان یعنی صحیح العقیدہ مسلمان ہونے
کی شرط ہے مگر رفاہِ عام کے کام بلا تخصیص فرقہ و مذہب انجام دیے جائیں
... خصوصیت مدنظر نہیں رکھی جائے گی کہ کون لوگ ان

فائدہ اٹھاتے ہیں۔ نیز مولفۃ القلوب کی حیثیت سے جن کو دیا جائے گا ان میں بھی ظاہر ہے کہ ایمان کی شرط کا لحاظ نہیں ہے۔

غیر سادات کی زکوٰۃ کا سادات کو دیا جانا درست نہیں ہے۔ اس کے بالمقابل سادات کے لیے خمس قرار دیا گیا ہے، جس کا بیان بعد کے رسالہ میں ہو گا۔

ایسے اشخاص کو بھی زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے جن کا نان و نفقہ خود اس کے زکوٰۃ دینے والے پر واجب ہے، ہاں دوسرے اعزا، جو واجب النفقہ نہیں ہیں، درصورتیکہ شرائط زکوٰۃ کے حامل ہوں، ان کی مدد زکوٰۃ سے کی جا سکتی ہے۔

مستحقین کو یہ کہہ کر دینے کی ضرورت نہیں ہے کہ یہ زکوٰۃ ہے۔ بلکہ اگر ایسے خود دار اشخاص ہوں جو اس نام سے نہیں لیں گے تو کسی دوسرے موزوں طریقے سے ان تک اس مال کا پہنچا دینا کافی ہے۔ صرف قصد یہ ہونا چاہیئے کہ وہ اس ذریعے سے زکوٰۃ ادا کر رہا ہے۔

زکوٰۃ کو ان تمام قسم کے لوگوں پر تقسیم کرنا واجب نہیں ہے۔ بلکہ کسی ایک شخص کو اتنا دیا جا سکتا ہے جتنے میں وہ شرعی اصطلاح کے مطابق غنی ہو جائے۔ یعنی سال بھر کے کھانے کا سہارا اسے ہو جائے، اس سے زیادہ دینا پھر جائز نہ ہو گا۔

نظامِ زکوٰۃ پر ایک تبصرہ

شریعتِ اسلام میں زکوٰۃ مثل نماز کے ایک فریضہ کی حیثیت رکھتی ہے جس میں دینے والے کا قصد و ارادہ اور مرضیٔ الٰہی کو پیش نظر رکھنا لازمی ہے۔ جبری حیثیت اور حکومت کے تشدد سے جو عمل انجام دیا جائے اس سے ذہنیت کی تعمیر اور احساس کی بیداری پیدا نہیں ہو سکتی اور ایسا نظام جو جبر و تشدد کے سہارے پر قائم ہو کوئی مستحکم حیثیت نہیں رکھتا۔ اس لیے کہ جبر و تشدد کا اثر قوت و طاقت کے ساتھ وابستہ ہے۔ ادھر سلطنت کے آہنی پنجہ کی گرفت ڈھیلی ہوئی اور نظام میں ابتری ہوئی۔ اسلامی نظام کی تشکیل میں موعظہ و ارشاد اور دعوت و تبلیغ جتنی موثر ہوتی ہے تازیانہ اور تلوار نہیں۔ اس لیے زکوٰۃ کی وصولیابی کے لیے کسی جاسوسی نظام اور مخبری کے محکمہ کا تشکیل کرنا بھی درست نہ ہوگا۔ بلکہ جیسا جناب امیر علیہ السلام نے نہج البلاغہ میں مندرج شدہ ایک ہدایت نامہ میں اپنے اعمال کو تحریر فرمایا ہے، زکوٰۃ کے وصول کرنے والوں کا فریضہ یہ ہے کہ وہ خود صاحبان اموال سے جا کر دریافت کریں کہ تمہارے پاس ان شرائط کے مطابق جن میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے مال ہے یا نہیں ہے۔ اگر وہ انکار کر دیں تو ان سے کسی تعرض کی ضرورت نہیں ہے جب وہ خود اقرار کریں کہ ہاں ہمارے ذمہ حقوق الٰہی واجب الادا ہیں تو جو حق [illegible] کے مطابق ان سے وصول کیا جائے۔

افسوس ہے کہ پیغمبر اسلامؐ کے بعد دنیا اس صحیح نظام کے تجربوں سے اکثر و بیشتر روشناس ہی نہ ہو سکی۔ اس لیے اب ہم اس نظام کے فیوض و برکات کو عالم مشاہدہ میں نہیں دکھا سکتے مگر دنیا کے عام رجحانات اب چودہ سو برس کے ارتقاء کے بعد یہ محسوس کر رہے ہیں کہ انسان کے ضمیر کو خود اس پر حاکم بنانا جبر و تشدد کے سہارے سے زیادہ موثر اور کامیاب ہو سکتا ہے اب ایسے تجربے کیے جا رہے ہیں اور بعض جگہ کامیاب ثابت ہوئے ہیں کہ جیلوں میں کوئی بندش نہ ہو۔ امتحانوں میں نگرانی کا شکنجہ نہ ہو اور اسی طرح مختلف شعبوں میں خود انسانوں کو شایان شان اور موزوں کردار کے بااختیار خود حاصل کرنے کی دعوت دی جائے اس دور تہذیب و تمدن میں ابھی یہ تجربے بالکل ابتدائی منزل میں ہیں۔ مگر قرآن نے چودہ سو برس پہلے لا اکراہ فی الدین کی آواز بلند کر کے اور پیغمبر اسلامؐ نے اپنی سیرت سے اس کی مثال پیش کر کے اور حضرت علی بن ابی طالبؑ نے زکوٰۃ کے بارے میں مذکورہ بالا دستور العمل کو پیش کر کے نوع انسانی کو اس نفسیاتی اصلاح کے نظام سے روشناس بنایا۔

احکام زکوٰۃ کی روشنی میں اقتصادی نظام

اگر کوئی نظام حکومت آئین اسلام کے مطابق قائم ہو تو زکوٰۃ و خمس کے احکام میں ایسے امکانات ہیں کہ ایک وقت میں قوم کے اندر کوئی فرد

اپنے آزوقہ سے غیر مطمئن باقی نہ رہے

خمس کے ایسے احکام کا بیان تو دوسرے رسالہ میں ہوگا۔ زکوٰۃ
کے جو احکام بیان ہو چکے ہیں ان کے لحاظ سے قوم کا کوئی فرد
دو حال سے خالی نہیں۔ یا وہ غنی ہے یا فقیر۔ اصطلاحِ شرع
میں غنی اور فقیر کی جو تعریف ہے اس کے لحاظ سے ان دونوں
سے خارج کوئی ایک شخص بھی نہیں ہو سکتا۔ سال بھر کے
کھانے سے مطمئن ہے یا نہیں۔ اب اس میں تیسری شق
ہو ہی کیا سکتی ہے؟

پہلی قسم کے لوگ وہ ہیں جن پر دوسرے شرائط کی موجودگی
میں زکوٰۃ کا ادا کرنا لازم ہوتا ہے۔ اور دوسری قسم کے وہ جنہیں
زکوٰۃ کا لینا جائز ہوتا ہے اور یہ بتایا جا چکا ہے کہ زکوٰۃ میں
مستحق کو اتنا دیا جا سکتا ہے جس سے وہ غنی کی تعریف
داخل ہو جائے۔ اس لیے اگر حکومت کی طرف سے تمام افر
ملت کی مردم شماری ان کے ذرائع معیشت کی تفصیلات
ساتھ مرتب کی جائے جس سے یہ ظاہر ہو کہ کتنے وہ ہیں جن پر زکو
کا فریضہ عائد ہوتا ہے اور کتنے وہ ہیں جو زکوٰۃ کے مستحقین میں دا
ہوتے ہیں۔ اس کے بعد زکوٰۃ کی جمع آوری کا انتظام کیا جائے او
مرکز میں جسے "بیت المال" سمجھا جانا چاہیئے اور اس مجموعی مقدار
سال انہوں کو اتنی اتنی مقدار

کر غنی بنا دیا جائے گا۔ یہ اس گنجائش کے اعتبار سے ہوگا جو اس سال کے جمع شدہ فنڈ میں عمال زکوٰۃ وغیرہ کی تنخواہیں دینے کے بعد بچ رہی ہے جتنوں کی گنجائش نکلے اتنے افراد کو اس زکوٰۃ سے وہ صورتیں فراہم کرا دی جائیں جس سے ایک سال کے ۲ زوقہ میں ان کے جو کمی ہوتی ہے وہ پوری ہو جائے۔ اس طرح اتنے افراد اب اغنیاء کی فہرست میں داخل ہو جائیں گے۔ اور ان میں سے بعض ایسے ہوں گے جو دوسرے شرائط کی فراہمی کے لحاظ سے خود دوسرے سال زکوٰۃ دینے والے افراد میں مندرج ہو جائیں گے۔ اس طرح دوسرے سال اس فنڈ کی قوت امداد میں اتنا اضافہ ہوگا کہ وہ پہلے سال سے زیادہ افراد کی امداد کر کے ان کو فقیری کی سطح سے اونچا کر سکے۔ اس طرح منطقی طور پر لازماً ایک وہ وقت آئے گا کہ افرادِ قوم میں سے کوئی فرد مستحق زکوٰۃ ہونے کے معیار پر پورا نہ اترتی ہو اور کوئی شخص سوائے اتفاقی حوادث کے جیسے مسافر ہونے کی بنا پر صاحبِ حاجت ہو جائے یا کسی آفت ارضی و سماوی سے اس کا ذریعہ معیشت مفقود ہو جائے ایسا نہ رہے گا جس کی زکوٰۃ سے امداد ضروری ہو، تو پھر اجتماعی ضروریات قوم کی فہرست مرتب کی جائے۔ مثلاً کتنے شفاخانوں کی ضرورت ہے، کتنے مدارس کی ضرورت ہے۔ دار العجزہ کے قیام کی ضرورت ہے وغیرہ وغیرہ۔ اور الاہم فالاہم کے اصول پر ان ضروریات کی تکمیل ہوتی رہے۔

ہمیں یقین ہے کہ حضرت پیغمبر خدا کے بعد اگر صحیح اسلامی نظام کار فرما رہتا تو اس وقت مسلمانوں میں فقیر و مسکین کا پتہ نہ ملتا۔ نہ خیراتی یتیم خانوں کی ضرورت ہوتی اور نہ مدارس وغیرہ کے لیے بار بار افرادِ قوم سے چندے مانگنے کی ضرورت ہوتی۔ تمام ضروریات اسی اسلامی نظام ہی سے پوری ہو جاتیں۔ مگر افسوس ہے کہ پیغمبر خدا کے بعد خود مسلمانوں میں جاہلی سرمایہ داری کا قیام ہو گیا اور اسلامی تعلیم پر عمل ترک کر دیا گیا۔

اب بھی جب صحیح اسلامی نظام قائم ہو گا تو اس کا معاشی نتیجہ آخر میں یہی ہو گا جسے امام آخر الزمان کے ظہور کے حالات میں حدیثوں نے بتایا ہے کہ زکوٰۃ ادا کرنے والوں کو مستحق کی تلاش ہو گی۔ اور مستحق ڈھونڈے سے نہ مل رہا ہو گا۔

یہ ہے وہ کامیاب نظام معیشت جو اسلامی تعلیمات کے زیر سایہ ہی قائم ہو سکتا ہے۔

والسلام

نشر و اشاعت حسینیت

امامیہ مشن پاکستان کے حسینی فنڈ میں عطیات ارسال فرمائیے۔ آپ کی مرسلہ رقم سے دوگنی قیمت کے رسائل ذوالحجہ کے مہینے میں مفت تقسیم کے لیے ارسال کر دیے جائیں گے۔ اس فنڈ میں حصہ لیکر ثواب دارین حاصل کیجئے۔

ترسیل زر کا پتہ:- جنرل سیکریٹری امامیہ مشن پاکستان اردو بازار، لاہور